5

قبض و بسط ۔انسان کی دو طبعی حالتیں

(فرمودہ25فروری1949ء بمقام لاہور)

تشہد ،تعوّ ذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''انسانی اعمال ہمیشہ ہی گھٹتے بڑھتے رہتے ہیں اور قبض و بسط انسان کا ایک خاصہ ہے۔ یہی سلسلہ انسان کے لیے کبھی روحانی ترقیات کا موجب بن جاتا ہے اور کبھی روحانی تباہی کا موجب بن جاتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک دفعہ ایک صحابیؓ حاضر ہوئے۔ وہ رو پڑے اور کہا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ ! میں تو منافق ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تم تو مومن ہو۔ تم اپنے آپ کو منافق کیوں سمجھتے ہو؟ اس صحابیؓ نے کہا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! میں جب تک آپ کی مجلس میں بیٹھا رہتا ہوں یوں معلوم ہوتا ہے جیسے دوزخ اور جنت میرے سامنے آ گئے ہیں اور خشیت کا زور ہوتا ہے لیکن جب میں اپنے گھر جاتا ہوں وہ حالت قائم نہیں رہتی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میں مومن نہیں بلکہ منافق ہوں۔ کیونکہ جب میں آپ کی مجلس میں بیٹھتا ہوں تو میری ویسی حالت ہو جاتی ہے کہ خدا تعالیٰ اور جنت و دوزخ مجھے اپنے سامنے نظر آتے ہیں لیکن مجلس سے علیحدہ ہونے پر یہ حالت نہیں رہتی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا یہی تو خالص ایمان ہے۔ پھر آپ نے فرمایا اگر انسان ایک حالت پر رہے تو وہ مر نہ جائے۔[1]

غرض قبض وبسط دونوں حالتیں انسان پر آتی رہتی ہیں۔ اگر انسان کی ہر وقت ایک ہی قسم کی حالت رہے تو اس کی روح مر جائے۔ اگر وہ جسمانی طور پر نہیں تو دماغی طور پر یقیناً مر جائے گا اور وہ پاگل ہو جائے گا۔ مجنونوں اور عقلمندوں میں یہی فرق ہوتا ہے کہ مجنون پر ایک ہی حالت ہمیشہ طاری رہتی ہے اور عقلمند پر اُتار چڑھاؤ آتا رہتا ہے۔ مجنون ایک ہی قسم کے خیالات میں مبتلا رہتا ہے لیکن عقلمند شخص کے خیالات ایک ہی قسم کے نہیں رہتے۔ غرض قبض وبسط کی حالتیں ہر انسان کے ساتھ لازم کر دی گئی ہیں۔ کبھی اس کے اندر خوشی کی حالت پیدا ہوتی ہے اور وہ دین کے لیے سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ حساب کرنے بیٹھ جاتا ہے کہ میں کتنی قربانی کرسکتا ہوں۔ یہ حساب کرنے والی حالت قبض کی حالت ہوتی ہے۔ اور جب کوئی شخص سب کچھ دینے کے لیے تیار ہو جاتا ہے اور اس میں خوشی محسوس کرتا ہے وہ بسط کی حالت ہوتی ہے۔ مگر نہ وہ بسط کی حالت قطعی طور پر اعلیٰ درجہ کا ایمان کہلاتی ہے اور نہ قبض کی حالت قطعی طور پر کمیٔ ایمان کہلا سکتی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ بسط کی وہ حالت مصنوعی زیادتیٔ ایمان کا نتیجہ ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قبض کی حالت کمزوریٔ ایمان کا نتیجہ نہ ہو بلکہ طبعی آثار کا نتیجہ ہو جو خدا تعالیٰ نے روحانی ترقی کے راستہ میں پیدا کیے ہیں۔

دنیا میں کوئی چیز ایسی نظر نہیں آتی جو ہمیشہ سیدھی ہی چلی جاتی ہو۔ تمام قوانینِ قدرت لہروں میں چلتے ہیں۔ جس طرح لہر کبھی اٹھتی ہے اور کبھی گرتی ہے اِسی طرح دنیا کی ہر چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے وہ لہروں میں چلتی ہے۔ انسانی صحت کی بھی یہی حالت ہے۔ انسان کے جسم کی بناوٹ بھی یہی رنگ رکھتی ہے اور جذبات کی بھی یہی کیفیت ہوتی ہے۔ ایک وقت وہ بغیر کسی وجہ کے خوشی اور امنگ محسوس کرتا ہے اور دوسرے وقت وہ بغیر کسی حادثہ کے اپنے آپ کو گرا ہوا اور افسردہ محسوس کرتا ہے۔ کسی وقت وہ محسوس کرتا ہے کہ وہ میلوں میل چل سکتا ہے اور ہر قسم کا بوجھ اٹھا سکتا ہے مگر دوسرے وقت میں وہ یوں محسوس کرتا ہے کہ چارپائی سے بھی نہیں اٹھ سکتا۔ غرض کیا بلحاظ دماغ کے اور کیا بلحاظ جسم کے انسان کے اندر لہریں اٹھتی رہتی ہیں اور یہی چیز قانونِ قدرت میں پائی جاتی ہے۔ پہاڑوں کے اندر بھی یہی لہر چل رہی ہے، ستاروں کو دیکھو تو وہ بھی ایک لہر کی سی حرکت میں مبتلا ہیں، تمام روشنیاں جو زمین پر گرتی ہیں، اِسی طرح تمام ہوائیں

اور آوازیں سب لہروں میں چلتی ہیں۔ غرض خدا تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ اُس کا ہر کام لہر میں چلتا ہے۔ ھُوَالْقَابِضُ وَالْبَاسِطُ ایک لہر چلتی ہے۔ کبھی وہ لہر اونچی چلی جاتی ہے اور کبھی نیچے چلی جاتی ہے۔ اس کے تمام افعال اسی طرح ہیں اور یہی چیز انسان کے اندر بھی پائی جاتی ہے۔ انسان خود بھی کبھی افسردہ ہوتا ہے اور کبھی خوش ہوتا ہے، کبھی وہ حساب کرنے بیٹھ جاتا ہے کہ آیا میں چندہ دوں یا نہ دوں؟ کبھی وہ نماز کے لیے مسجد میں جاتا ہے تو اُس کا دل چاہتا ہے کہ وہ کبھی سلام ہی نہ پھیرے۔ کوئی آدمی اس کے پاس اگر کسی کام کے لیے آتا ہے تو وہ غصہ سے جل جاتا ہے۔ مگر دوسرے وقت میں وہ اٹھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ چونکہ یہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے اس لیے اسے کر ہی لیں۔ وہ وقت جب وہ خیال کرتا ہے کہ میں نماز پڑھتا ہی چلا جاؤں اور سلام نہ پھیروں وہ بسط کی حالت ہوتی ہے۔ اور جب وہ خیال کرتا ہے کہ چونکہ یہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے اس لیے اسے پورا کرلوں قبض کی حالت ہوتی ہے۔ ایک وقت ایسا ہوتا ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ آیا اس نے رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم اور سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی تین تین دفعہ دہرایا ہے یا نہیں کیونکہ یہ فقرے کم از کم تین دفعہ دہرانے چاہییں۔ یہ قبض کی حالت ہوتی ہے۔ لیکن کبھی وہ کہتا ہے کہ تین دفعہ گن کر کیا پڑھنا ہے تین کی بجائے تیس دفعہ یا تین سو دفعہ دہرا لیا جائے تو کیا حرج ہے یہ بسط کی حالت ہوتی ہے۔

غرض انسان کا ہر کام اور اُس کا ہر عمل قبض اور بسط سے چلتا ہے۔ لیکن اس کے نتیجہ میں دو قسم کے سامان اس کی ٹھوکر کے پیدا ہو جاتے ہیں۔ جب انسان کو قبض و بسط دونوں حالتوں کا علم ہو جاتا ہے تو بے ایمانی کی حالت بھی چونکہ قبض کی حالت کے مشابہہ ہوتی ہے اس لیے بعض دفعہ وہ اس حالت کو اپنے اعمال کا ایک طبعی نتیجہ سمجھ لیتا ہے اور خیال کر لیتا ہے کہ یہ طبعی اُتار چڑھاؤ کی وجہ سے ہے۔ مثلاً کبھی انسان کے اندر ہنسنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور کبھی یہ خواہش پیدا نہیں ہوتی۔ کبھی اُس کے اندر باتیں کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور کبھی یہ خواہش پیدا نہیں ہوتی۔ لوگ جانتے ہیں کہ فلاں شخص بہت باتیں کرنے والا ہے لیکن بعض دفعہ اس کے پاس اگر کوئی شخص بات کرے تو وہ بُرا مناتا ہے اور کہتا ہے جانے بھی دو میری طبیعت اِس وقت خراب ہے۔ یہ حالت جہاں طبعی ہوتی ہے وہاں کبھی بیماری کی وجہ سے بھی ہو جاتی ہے۔ جس طرح نہ ہنسنا طبعی چیز ہے

اِس طرح نہ ہنسنا بیماری کی وجہ سے بھی ہوتا ہے یا کبھی کوئی شخص غمگین ہو جاتا ہے یا تھوڑے سے صدمہ سے رو پڑتا ہے یہ ایک طبعی چیز ہے۔ لیکن بعض دفعہ کسی بیماری کے نتیجہ میں بھی یہ حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ غرض چونکہ بے ایمانی کی حالت قبض کے مشابہہ ہوتی ہے اس لیے بعض دفعہ انسان یہ خیال کر لیتا ہے کہ یہ بے ایمانی نہیں جو ایک بیماری ہے بلکہ یہ قبض کی حالت ہے جو ایک طبعی چیز ہے اور وہ اسے دُور کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔ وہ اسے طبعی تقاضا سمجھ لیتا ہے اور اس کے علاج کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ اور چونکہ وہ اسے طبعی تقاضا سمجھ کر کرنے کی کوشش نہیں کرتا اس سے وہ مرض مزمن ہو جاتا ہے اور آہستہ آہستہ جسم کا ایک حصہ بن جاتا ہے۔ مثلاً بخار ہے اِس کا اگر علاج نہ کیا جائے تو سِل اور دِق کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ کھانسی ہے اِس کا اگر جلد علاج نہ کیا جائے تو یہ سِل کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ اِسی قسم کی کئی اَور خرابیاں ہیں۔ اگر کچھ مدت کے اندر ٹھیک ہو جائیں تو ہو جائیں ورنہ وہ مستقل مرض کی صورت اختیار کر لیتی ہیں اور ان کا علاج مشکل ہو جاتا ہے۔ یہی حال روحانی امراض کا ہے اگر وہ جلد دور نہ ہو جائیں تو وہ ایک مستقل صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ جیسے خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ کفار کے دلوں پر زنگ لگ گیا ہے۔2 زنگ کا مفہوم یہی ہے کہ اُن کی روحانی امراض آسانی کے ساتھ دور نہیں ہوسکتیں۔ ایک تو طبعی حالت ہوتی ہے جیسے ربڑ ہے اُسے کھینچتے جاؤ تو وہ کھنچتا چلا جاتا ہے اور جب اُسے ڈھیلا چھوڑ دو تو سُکڑ کر اپنی اصلی حالت پر آ جاتا ہے۔ لیکن کبھی کبھی لمبے استعمال کے بعد وہ لمبا ہی رہتا ہے اور سُکڑ کر اپنی اصلی حالت پر نہیں آتا۔ یہ اُس کی خرابی کی علامت ہوتی ہے۔ جیسے ربڑ انگریزی گاؤنوں میں استعمال ہوتا ہے اور اِزار بند کی بجائے اس سے کام لیا جاتا ہے مگر ہوتے ہوتے یہ ربڑ اتنا ڈھیلا ہو جاتا ہے کہ وہ سُکڑتا نہیں اور اس طرح وہ اِزار بند کا کام نہیں دیتا اور اُسے بدلنا پڑتا ہے۔ اِسی طرح جب انسان کی غیر طبعی حالت دیر تک چلی جائے تو وہ طبعی بن جاتی ہے اور طبیعت پھر اپنی اصلی حالت پر واپس نہیں آ سکتی اور غیر طبعی حالت ایک مزمن مرض3 کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ یوں تو ہر مرض کا علاج ہے لیکن اگر وہ مرض لمبی ہو جائے تو اُس کا علاج عام امراض کی طرح نہیں ہوتا۔ مثلاً بخار ہے۔ اگر وہ چند دن کا ہو تو بسا اوقات بغیر علاج کے ہی دور ہو جاتا ہے۔ ضروری نہیں کہ کونین کھائی جائے۔ آخر ہزاروں ہزار بلکہ لاکھوں لاکھ اور کروڑوں کروڑ آدمی ایسے تھے جنہیں کونین کے دریافت ہونے

سے پہلے بخار ہوتا تھا۔ وہ کونین نہیں کھاتے تھے لیکن اُن کا بخار اُتر جاتا تھا۔ حاد امراض4 کی یہی خصوصیت ہے کہ اگر اُن کا علاج نہ بھی کیا جائے تو وہ ٹھیک ہو جاتی ہیں۔ لیکن اگر وہ امراض لمبی ہو جائیں اور اُن کا علاج نہ کیا جائے تو وہ مستقل ہو جاتی ہیں۔ بعض دفعہ تو وہ علاج سے دور ہو جاتی ہیں لیکن اکثر دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ وہ علاج سے دور نہیں ہوتیں۔ یہی حال روحانی امراض کا ہے۔ روحانی امراض میں سے بعض امراض حاد ہوتی ہیں اور بعض مزمن ہوتی ہیں۔ ممکن ہے کہ انسان جس چیز کو قبض کی حالت سمجھ رہا ہو وہ بیماری ہو۔ اگر وہ بیماری حاد ہے تو جلد دور ہو جائے گی۔ لیکن اگر وہ لمبی چلی جائے اور اس کا علاج نہ ہو تو وہ شخص تو یہ سمجھتا رہے گا کہ یہ قبض کا نتیجہ ہے مگر نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ مرض مزمن بن جائے گی اور آخر اُسے تباہی کے گڑھے میں ڈال دے گی۔ پس مومن کو ان دونوں حالتوں یعنی قبض اور بسط کا مطالعہ کرتے رہنا چاہیے جب بھی قبض کی حالت محسوس ہو تو اسے چاہیئے کہ اس کا علاج کرے اور اُسے دور کرنے کی کوشش کرے۔ اگر وہ قبض کی حالت طبعی نہیں بلکہ بیماری ہے تو اُس کا علاج ہو جائے گا اور اگر وہ طبعی حالت ہے تو علاج سے اُس پر کوئی بڑا اثر نہیں پڑے گا۔ بہر حال بیماری چونکہ بعض دفعہ لمبی ہو کر مزمن صورت اختیار کر لیتی ہے اور اُس کا علاج مشکل ہو جاتا ہے اس لیے حاد امراض کا بھی علاج کیا جاتا ہے ورنہ یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ بغیر علاج کے دور ہی نہیں ہوسکتیں۔ مثلاً اگر ہم نزلہ کے موقع پر دوائی استعمال کرتے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ نزلہ یوں اچھا نہیں ہوتا۔ نزلہ کے سو میں سے ننانوے کیس آپ ہی آپ ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ ہم تو اس ڈر کے مارے علاج کرتے ہیں کہ نزلہ مزمن صورت اختیار نہ کر لے۔ یا کھانسی ہے ہم اس کا اس لیے علاج نہیں کرتے کہ وہ بغیر علاج کے اچھی نہیں ہو گی بلکہ اس لیے علاج کرتے ہیں کہ کھانسی کہیں سِل اور دِق کی شکل اختیار نہ کر لے۔ کیونکہ بعض دفعہ کھانسی جب اُس کا علاج نہ ہو اور وہ لمبی چلی جائے تو سِل اور دِق کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور اُس کا علاج مشکل ہو جاتا ہے۔ یا بخار چڑھتا ہے اُس کا علاج ہم اس لیے نہیں کرتے کہ وہ یوں اچھا نہیں ہوتا۔ بسا اوقات بخار آپ ہی آپ ٹھیک ہو جاتا ہے۔ ہم اُس کا علاج اس لیے کرواتے ہیں کہ وہ کہیں مزمن صورت اختیار نہ کر لے۔ اِسی طرح ہمیں قبض کا علاج کرنا چاہیے کیونکہ ممکن ہے کہ وہ طبعی نہ ہو بلکہ وہ بیماری ہو اور اگر اس کا علاج نہ کیا جائے تو ممکن ہے وہ مزمن رنگ اختیار کر لے۔

غرض قبض اور بسط جہاں دونوں طبعی چیزیں ہیں وہاں ان سے نقصان کا اندیشہ بھی ہوتا ہے کیونکہ بعض دفعہ بیماری بھی قبض کی حالت کے مشابہہ ہوتی ہے اور انسان غلطی سے اُسے قبض سمجھ لیتا ہے اور اس کے علاج سے غافل ہو جاتا ہے۔ جیسے میں نے اُداسی کی مثال دی ہے۔ اُداسی کبھی طبعی ہوتی ہے۔ اگر تم زیادہ دیر تک ہنستے رہو تو لازمی طور پر اُس کا ردِّعمل یہ ہوتا ہے کہ اُداسی شروع ہو جاتی ہے۔ یہ طبعی چیز ہے۔ لیکن دوسری طرف ہسٹیریا(HYSTERIA) کا مرض ہے۔ ہسٹیریا اور ضعفِ اعصاب کا مریض بھی اُداس رہتا ہے۔ پس ممکن ہے کہ مریض اس اُداسی کو طبعی سمجھ لے اور اگر مریض اُسے طبعی سمجھ لے گا اور اُس کا علاج نہیں کرے گا تو وہ مرض مستقل ہو جائے گا۔ پس یہ مشابہت بھی نہایت خطرناک چیز ہے اور انسان کو علاج سے غافل کر دیتی ہے۔ اگر انسان ہوشیاری سے کام لے تو وہ نقصان سے بچ جاتا ہے۔ مثلاً قبض ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ اسے دور کرنے کی کوشش کرے۔ اگر وہ صرف قبض ہے تو علاج سے اُسے نقصان نہیں پہنچے گا اور اگر بیماری ہے تو علاج کرانے کی وجہ سے وہ اس بیماری سے نجات حاصل کر لے گا اور نقصان سے بچ جائے گا۔ غرض قبض کو دور کرنے اور اُس کے علاج کرنے سے اس لیے غفلت نہیں کرنی چاہیے کہ یہ طبعی بھی ہوتی ہے۔ ممکن ہے وہ بیماری ہو اور وہ مزمن ہو کر لاعلاج مرض کی صورت اختیار کر جائے۔ مثلاً وہ شخص سچا مومن تھا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اُس نے کہا کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! میں تو منافق ہوں۔ میں جب آپ کی مجلس میں بیٹھتا ہوں تو میری حالت اَور ہوتی ہے اور جب آپ کی مجلس سے علیحدہ ہوتا ہوں تو میری حالت اَور ہوتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہی تو مومن کی علامت ہے۔ تم یونہی اپنے آپ کو منافق سمجھ رہے ہو۔ گویا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرما دیا کہ یہ بیماری نہیں بلکہ طبعی چیز ہے۔ لیکن اُس صحابی نے جب اس حالت کو دیکھا تو اُسے گھبراہٹ پیدا ہوئی کہ کہیں میری یہ حالت محض قبض نہ ہو بلکہ بیماری ہو۔ اس لیے وہ سب سے بڑے روحانی طبیب یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور اُس نے آپ سے پوچھا کہ میری یہ حالت کہیں بیماری تو نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا یہ قبض کی حالت ہے۔ لیکن اگر وہ قبض کی حالت نہ ہوتی بلکہ روحانی بیماری ہوتی اور وہ اُس کے علاج سے غافل رہتا تو ممکن تھا کہ ایک وقت یہی بیماری لاعلاج ہو جاتی۔ پس جہاں قبض ایک طبعی چیز ہے

وہاں اس سے ہوشیار رہنے کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور مومنوں کو ہر وقت چوکس اور ہوشیار رہنا چاہیے۔ مثلاً جسم پر ایک معمولی سی پھنسی نکل آتی ہے تو ایک ایسا شخص جو کسی حد تک طب جانتا ہے وہ اُسے کہیں کا کہیں پہنچا دیتا ہے اور آخر کینسر (CANCER) تک اُس کا شبہ جا پڑتا ہے۔ اس پر وہ ڈاکٹر کے پاس چلا جاتا ہے اور وہ اُسے اصل حقیقت بتا دیتا ہے جس سے اُس کی تشفّی ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر وہ معمولی پھنسی نہ ہو اور وہ علاج سے غافل رہے تو یہ پھنسی بڑھتے بڑھتے ایک لاعلاج رنگ اختیار کر لیتی ہے۔ پس جب بھی ایسا شبہ پیدا ہو تو فوراً علاج کرنا چاہیے کیونکہ یہ مرض قبض کے مشابہہ ہوتا ہے جو ایک طبعی چیز ہوتی ہے اور انسان اُسے طبعی سمجھ کر اُس کے علاج سے غافل ہو جاتا ہے۔

ایک احمدی ڈاکٹر نے جو آجکل فوج میں کرنل ہیں مجھے بتایا کہ جب میں کالج میں پڑھتا تھا اُس وقت مجھے ذرا سی بھی بیماری کے مشابہہ علامات ملتیں تو مجھے وہم سا پڑ جاتا کہ مجھے فلاں مرض ہو گئی ہے۔ میں نے ایک دن اپنے پروفیسر ڈاکٹر سدرلینڈ سے جا کر کہا کہ جب کسی بیماری کے مشابہہ کچھ علامات ملتی ہیں تو مجھے اُس بیماری کا وہم پڑتا ہے۔ اس پر وہ پروفیسر ہنس پڑا اور اُس نے کہا آدھی طب پڑھنے کی وجہ سے ایسا ہی وہم ہوا کرتا ہے۔ ہم بھی جب پڑھتے تھے تو ہمیں بھی اپنے متعلق اِسی قسم کے وہم پیدا ہوا کرتے تھے۔ دراصل تجربہ اَور چیز ہے اور کتابی علم اَور چیز ہے۔ مثلاً سِل ہے۔ نزلہ سِل میں بھی ہوتا ہے اور عام بخار میں بھی ہو جاتا ہے۔ اب جس نے معمولی طب پڑھی ہو وہ نزلہ کا مریض دیکھ کر فوراً کہہ دے گا کہ اُسے سِل ہو گئی ہے حالانکہ سِل کے لیے اَور بھی بہت سی علامات ہیں مگر ناتجربہ کاری کی وجہ سے وہ ان میں فرق نہیں کرتا۔ ایک معمولی مشابہت کی وجہ سے سِل کا قیاس کر لیتا ہے۔ لیکن بہرحال وہم کا ہو جانا زیادہ اچھا ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ اس سے غافل ہو جائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ بعض بچوں کی صحت عموماً ماؤں کے وہم کی وجہ سے ٹھیک رہتی ہے۔ اُسے ذرا بھی کوئی تکلیف ہو تو ماں اُسے انتہائی سمجھ لیتی ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اُس کا توجہ سے علاج کرواتی ہے اور بچہ بیماری کے مزمن ہو جانے سے بچ جاتا ہے۔ لیکن بعض مائیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں بچے کی بیماری کا اُس وقت علم ہوتا ہے جب وہ مزمن شکل اختیار کر لیتی ہے اور علاج مشکل ہو جاتا ہے۔ غرض ماں کا وہم بھی بچہ کی صحت کے لیے

بہت مفید ہوتا ہے۔ اِسی طرح اپنی ذات میں اِس قسم کا وہم کہ شاید یہ کوئی بیماری نہ ہو بہت مفید ہے۔ اِس طرح انسان خطرے کے مقابلہ کے لیے تیار ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو اُس کے حملہ سے محفوظ کر لیتا ہے''۔ (الفضل 7/اگست 1949ء)

1: مسلم کتاب التوبة باب فضل دوام الذکر و الفکر فی امور الآخرة

2: بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (المطففین:15)

3: **مزمّن امراض**: پرانی امراض۔ کہنہ امراض

4: **حاد امراض**: وقتی اور عارضی بیماری